فرما دیں اور مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں۔ تفصیلاً

تحریر فرما دیں۔

سوال نمبر 1:۔ بابات کا شرعی حکم کیا ہے؟ بالکل ناجائز یا جواز کی بھی کوئی

ہے؟ اور لڑکی والوں کا کھانا کھلانا کیسا ہے؟ جائز یا ناجائز۔

س ن ۲:۔ نیوتے کا شرعی حکم کیا ہے اور کیا دلائل ہیں؟ تفصیلاً تحریر فرما دیں۔

س ن ۳:۔ امام شافعی رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بالواسطہ شاگرد ہیں

پھر بھی امام اعظم رحمہ اللہ سے اس قدر اختلاف کی حکمت و علت کیا ہے؟ اور

ایک اشکال یہ بھی ہے کہ جب علمائے احناف رحمہم اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے عقلی و نقلی

دلائل کے جوابات دیتے ہیں تو فرماتے ہیں "یہ نص اس معنی پر محمول ہے اور یہ قیاس

قیاس مع الفارق ہے" جب ہم ۱۴۳۰ھ ہجری کے مسلمان اور ادنیٰ درجے کے طالب علم اصلی معنیٰ

(مراد) حدیث و قرآن کو پڑھ کر سمجھ لیتے ہیں تو امام شافعی رحمہ اللہ جو علم و عمل کے پہاڑ کے

بارے میں کیسے تصور کیا جا سکتا ہے وہ اصلی مراد اور اصل مقیس علیہ کو نہ پہچان

و سمجھ سکے۔ جواب دیں عند اللہ ماجور ہوں گے (انشاء اللہ تعالیٰ) سائل

{محمد راشد کھیڈیاں کلاں، محمد حسنین ملاقہ سنگھ} دن بدھ

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔ انعقادِ نکاح کے لیے بارات نہ تو سنت ہے اور نہ ہی واجب یا فرض، بلکہ ایک امرِ مباح ہے بشرطیکہ ان مفاسد سے خالی ہو جو ذیل میں ذکر کیے جائیں گے۔ دولہا والوں کو چاہیے کہ چند افراد کو لے کر دلہن کے ہاں جائیں اور نکاح پڑھوا کر لے آئیں۔ اسی طرح لڑکی والوں کے ذمے شرعاً باراتیوں کو کھانا کھلانا فرض یا واجب نہیں ہے، البتہ مہمانی کے طور پر اگر مہمانی کے طور پر کھانا کھلائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

الغرض! موجودہ دور میں بارات ایک لعنت کے طور پر معاشرے کی گردن پر مسلط ہو چکی ہے۔ اگر جانبین متفق ہو کر ذیل کی خرابیوں سے بچتے ہوئے سادگی سے عملِ نکاح کو سرانجام دے لیا کریں تو معاشرے کے غریب طبقہ کی نوجوان بیٹیاں بھی رخصت ہو سکیں گی، جو محض اس خرافات بھرے عمل پر قادر نہ ہونے کے سبب گھر بیٹھی رہتی ہیں۔

۱۔ دلہن والوں کی طرف سے باراتیوں کی مخصوص تعداد لانے کا مطالبہ ہوتا ہے اور عام طور پر دولہا والوں کی طرف سے بارات میں بلائے گئے افراد کی تعداد کئی گنا زیادہ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے میزبان بہت زیادہ پریشان ہو کر مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے اور مجبور ہو کر بعض اوقات قرض وغیرہ لے کر بندوبست کرتا ہے اور اگر بندوبست نہ کر سکے تو ہمیشہ کے لیے لڑکے والوں کی نظر میں مطعون بن جاتا ہے۔

دوسری طرف اس طرح جانے والے افراد اس حدیث مبارکہ "کہ جو شخص دعوت میں بن بلائے جائے، وہ گیا تو چور بن کر اور نکلا لٹیرا بن کر" کا مصداق بن جاتا ہے (یعنی وہ ایسا گناہ لے کر لوٹتا ہے جو چوری اور لوٹ مار کرنے والے کو ہوتا ہے)۔

۲۔ بارات میں نامحرم مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے جو ناجائز ہے۔

۳۔ ناچ گانے اور مختلف طرح کی موسیقی کا انتظام کیا جاتا ہے جو ناجائز ہے۔

۴۔ تصویر اور ویڈیو فلم بنائی جاتی ہے، جو حرام ہے۔

۵۔ فخر، ریا اور دکھلاوے کی خاطر جانبین ایک دوسرے کے مقابلے میں انتظامات کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات قرض بلکہ سودی قرض تک لینے کی نوبت آتی ہے، یہ بھی شرعاً ناجائز ہے۔

۶۔ اس دوران کئی کئی وقت کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

۷۔ جہیز کا سامان مجمع عام میں دکھایا جاتا ہے جس سے مقصود محض دکھلاوا، نمائش اور اپنی بڑائی کا اظہار ہوتا ہے۔

۸۔ اس موقع پر دولہا والوں سے مختلف عنوانات اور رسوم کی ادائیگی کے نام پر دلہن والے رقم وصول کرتے ہیں اور اس لینے دینے میں التزام اور زبردستی کی جاتی ہے اس طرح لینا دینا جائز نہیں ہے۔

۹۔ اس موقع پر دولہا والوں کے ساتھ کھانے وغیرہ کی رسموں میں ایسے مواقع پیدا کئے جاتے ہیں کہ ان افعال کو سرانجام دیتے وقت دولہا ان کو صحیح طریقے پر نہ کرنے کے باعث ہنسی و مذاق اور ملامت کا نشانہ بن جاتا ہے۔

۱۰۔ الغرض یہ رسم ریا، دکھلاوا، تکبر، اسراف، کافروں کی مشابہت، بے پردگی، گناہ میں تعاون، نمازوں کی قضا، میزبان کی آبروریزی، انعام و احسان میں زبردستی، ناچ گانا، تصویر و فلم سازی، مباح امور کو دین کا لازمی حصہ سمجھنا اور دیگر کئی گناہوں کا مجموعہ ہے لہٰذا اس رسمِ بد کو ترک کرنا از حد ضروری ہے۔

اس رسم کو ترک کرنے کیلئے اور سنت زندگی کو رواج کرنے کے لیے اگر طلباء، علماء اور صاحبِ ثروت طبقہ ہمت کرلے اور شادی کو سادی بنا کر معاشرے کے سامنے مثال قائم کر دے تو معاشرہ اس لعنت سے پاک ہو سکتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے بہشتی زیور اور اسلامی شادی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا مطالعہ فرمائیں۔

(۲) شادی بیاہ کی رسموں میں ایک بدترین رسم "نیوتہ" کی ہے، پنجاب وغیرہ میں یہ رسم "سلامی" اور سرحد و کشمیر وغیرہ میں یہ رسم "نیندرہ" کے نام سے معروف ہے اپنی اصل کے اعتبار سے یہ اگرچہ مخلصانہ طور پر شروع ہوئی تھی لیکن اب اس رسم میں دنیا و آخرت کا وبال ہی وبال نظر آتا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت قرض کی ہے، اس لیے اس کے لینے اور دینے کے وقت قرض کے احکامات اس پر بھی مرتب ہوں گے۔ مثلاً بوقتِ ضرورت قرض لینا، بوقتِ قدرت واپس کر دینا، دینے والے کو اپنے حق کی وصولی کا ہر وقت اختیار ہونا، قرض کی وجہ سے کسی قسم کی زیادتی و نفع وصول نہ کرنا، بصورتِ وفات اس قرض میں میراث کا جاری ہونا وغیرہ۔

Scanned by CamScanner

جبکہ مروجہ رسم نیوتہ میں ان تمام احکامات پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے۔

۱۔ نیوتہ کی رقم اپنے اختیار سے دینا جس کا لینا شادی والوں پر ضروری سمجھا جاتا ہے اور نہ لینے کو برادری برا سمجھتی ہے۔

۲۔ دینے والے اس لیے دیتے ہیں کہ جب ہمارے ہاں شادی ہوگی اس وقت وصول کیا جائے گا۔

۳۔ اکثر اس ادائیگی میں زیادتی کی جاتی ہے اور بعض جگہ باقاعدہ اس زیادتی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور کم دینے والے کا لعن طعن کی وجہ سے معاشرے میں جینا ہی محال ہو جاتا ہے اس طرح یہ زیادتی سود کے زمرے میں آجاتی ہے جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔

۴۔ مقروض پر ضروری ہے کہ ادائیگی پر قادر ہوتے ہی اپنے ذمے سے اس بوجھ کو اتارے جبکہ اس رسم میں مخصوص موقع (شادی) سے پہلے یہ واپس نہیں کر سکتا۔

۵۔ اسی طرح مقروض کو مہلت دینی چاہیئے بوقت تنگدستی جبکہ اس رسم میں شادی بیاہ کی تقریب کے وقت لینا ضروری سمجھا جاتا ہے، چاہے وہ قرض اٹھا کر دے یا اس سے جو بھی صورت بن پڑے۔

۶۔ اس رسم کو سرانجام دینے والا اگر ادائیگی سے پہلے ہی مر جائے تو بمطابق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک اہل حق کا حق ادا نہ کر دے، اور پھر مرنے کی صورت میں اس کا چھوڑا ہوا مال ترکہ بن جاتا ہے لہذا ادائیگی اور بھی دشوار ہو جاتی ہے۔

۷۔ نیوتہ چونکہ قرض ہے اس لیے اس میں میراث بھی جاری ہونی چاہیئے مگر اس کا بالکل اہتمام نہیں کیا جاتا، حالانکہ یہ بہت نازک معاملہ ہے مثلاً کسی شخص نے کسی کو بوقت شادی کچھ رقم دی پھر وہ فوت ہو گیا تو اس کی یہ رقم جو اس کو واپس ملنی تھی اور وہ بھی خاص موقع پر، اس کو میراث میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ ساری رقم جو دی گئی تھی وہ اس کے گھر ہونے والی پہلی شادی پر ہی واپس مل جاتی ہے، حالانکہ اس رقم میں سب ورثاء کا حصہ تھا اور اگر ورثاء میں نابالغ بچے بھی ہوں تو پھر معاملہ اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

۸۔ نیوتہ لینے اور دینے والا اپنی رضا کے ساتھ لین دین نہیں کرتا بلکہ معاشرے کے دباؤ اور مجبوری کے سبب کچھ کرتا ہے۔

۹۔ اس مروجہ رسم میں رضاء الٰہی مقصود نہیں ہوتی الا ما شاء اللہ، بلکہ بدلے میں کچھ لینا

Scanned by CamScanner

جامعہ فاروقیہ — دار الافتاء — شاہ فیصل کالونی کراچی (پاکستان)

ہی معلوم ہوتا ہے جو مسلمان کی شان نہیں۔

الغرض مذکورہ اور دیگر بہت سے مفاسد کی بناء پر اس کا ترک اور اس کا سدِّ باب از حد ضروری ہے۔

(۳) استاد اور شاگرد کا تعلق مسائل میں اختلاف ہونے کے منافی نہیں ہے، بالخصوص جب استاد اور شاگرد باجماعِ امت مجتہدِ مطلق ہوں۔ ان ائمہ مجتہدین کے اختلافات کس بناء پر ہوئے، یہ بحث ایسی نہیں کہ اس کو چند سطروں میں سمیٹا جاسکے البتہ نہایت اختصار کے ساتھ کچھ بحث ذکر کی جاتی ہے جس سے امید ہے کہ اس موضوع سے واقفیت کے لیے کچھ سرا ہاتھ آجائے گا۔

یہ بات یقینی ہے کہ ائمہ مجتہدین کے اجتہادات کے استنباط و مأخذ کا غالب حصہ مشکوٰۃ نبوت ہی ہے، البتہ طریق و وجوہ استنباط مختلف ہوتے تھے، بالجملہ ائمہ کے درمیان اختلاف کی ایک بڑی وجہ آثار اور روایات کا اختلاف ہے (یہ اختلاف دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مختلف اسباب سے پیش آیا) پھر ان روایات اور آثار میں تطبیق اور ترجیح میں ائمہ مجتہدین کے اصول و ضوابط ان کے تقویٰ و طہارت، کمال تفقہ، فقہی ذوق و دلائل کی بناء پر مختلف رہے، جس کی وجہ سے مختلف روایات میں سے ایک امام کے نزدیک بعض روایات راجح ہیں اور وہی روایات دوسرے امام کے نزدیک مرجوح، چنانچہ جس ایک فریق کے نزدیک ایک نوع کی جو روایات راجح ہوئیں تو اس کے مقابل دوسری روایات جو اس حکم کے مخالف تھیں وہ مرجوح غیر ثابت شدہ اور مؤول ٹھہریں اس کے بعد اختلافات کی وجہ حدیث پر نقد و تبصرہ کی وجہ سے پیدا ہوئی کہ مختلف اسباب ضعف کی بناء پر ایک روایت کسی امام کی تحقیق میں سچی ثابت ہوئی تو وہ واجب العمل اور اس سے ثابت ہونے والا حکم واجب العمل ٹھہرا۔ اور یہی روایت دوسرے امام کے نزدیک معیارِ صداقت میں درجہ کمال کو نہیں پہنچی تو اس وجہ سے اس حدیث سے ثابت ہونے والے حکم پر عمل دشوار ٹھہرا۔ اور اس اختلاف کی تو عقل بھی تصدیق کرتی ہے کہ جب روایات کی صحت و ضعف کا مدار رواۃ حدیث کے احوال پر ہے اور رُواۃ کے احوال میں اختلاف تحقیق یقینی ہے تو روایاتِ حدیث پر عمل میں اختلاف بھی

یعنی ہوا اس کی مثال اس بیمار کی ہے جو چند طبیبوں کے درمیان ہو، ایک حکیم کے نزدیک اس کا مرض نہایت خطرناک ہے، دوسرے کے نزدیک معمولی اور تیسرے کے نزدیک اس کا مرض محض وہم کے درجہ کا ہے۔ اسی طرح ایک راوی بعض اہل نظر کے نزدیک غیر معتبر اور مطعون ہے دوسرے کے نزدیک سچا پکا اور اسناد دار، تو جب ان اطباء پر کوئی الزام نہیں تو پھر ان ائمہ جرح وتعدیل پر الزام کیوں ۱۹ حالاں جس طرح اس بیمار کو چاہیئے کہ اس کے نزدیک جو حکیم معتبر ہو اس کے کہے پر عمل کرے اسی طرح یہاں بھی کسی ایک امام کی تحقیق پر عمل کر لیا جائے۔

خلاصہ کلام! جب ہم حنفی ہیں تو اپنے ہی مذہب کی ترجیح کرنا ہم پر اپنے ہی اصولوں کی روشنی میں لابدی ہے، البتہ اس میدان میں دوسرے ائمہ مجتہدین کی تنقیص وتحقیر سے ضیاع ایمان کا خدشہ ہے۔ لہذا ادب واحترام کے دائرے میں رہتے ہوئے اختلاف مذاہب بیان کر دیا جائے اور اس بارے میں اعتقاد یہ ہو کہ فقہ حنفی "صواب مع احتمال الخطاء" اور بقیہ مذاہب "خطاء مع احتمال الصواب" ہیں۔

امید ہے کہ مذکورہ تفصیل سے آپ کی تشفی ہو گئی ہوگی، مزید تفصیل کیلئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کا رسالہ "اختلاف الائمہ" ملاحظہ فرمائیں۔

ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين (الاسراء: ٢٧)

عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن طعام المتبارئين.

وعن أبي هريرة رضي الله عنه: المتباريان لا يجابان ولا يؤكل طعامهما، قال الإمام أحمد: يعني المتعارضين بالضيافة فخرا و رياء.

(مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، ٢/٢٧٩، قديمي)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... "ومن دخل على غير دعوة دخل سارقا وخرج مغيرة". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، ١/٥٩١، دار الكتب العلمية)

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه"

(مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، رقم ٢٩٤٦، ١/٥٤٤، دار الكتب العلمية)

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أشد الناس عذابا عند الله المصورون"

(مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، ٢/١٣٦، دار الكتب العلمية)

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله بعثني رحمة للعالمين وهدى للعالمين وأمرني

Scanned by CamScanner

ربي عز وجل بمحق المعازف والمزامير والأوثان والصليب وأمر الجاهلية ... الخ

(مشكاة المصابيح: كتاب الحدود، باب بيان الخمر ووعيد شارب الخمر، رقم ٣٦٥٤، ٦٦٨/١، دار الكتب العلمية)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من تشبه بقوم) أي: من تشبه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو أهل الكتاب أو الصلحاء الابرار (فهو منهم) أي في الإثم والخير

(مرقاة المفاتيح: كتاب اللباس، ١٥٥/٨، غفارية كوئٹہ)

اتي برجل من الانصار ليصلي عليه فقال النبي صلى الله عليه وسلم: صلوا على صاحبكم فإن عليه دينا

(النسائي: كتاب الصلاة، ابواب الجنائز، الصلاة على من عليه دين، ٢٧٨/١، قديمي)

"من فر من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة"

(ابن ماجة: ابواب الوصايا، باب الحيف في الوصية، ١٩٤، قديمي)

قال الله تعالى: إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا. (النساء: ١٠)

ولا يثبت الأجل في القروض عندنا كذا في التاتارخانية. (هندية، كتاب الكراهية، ٣٦٦/٥، رشيدية)

وفي الأشباه: كل قرض جر نفعاً حرام. قوله: (كل قرض ... الخ) أي إذا كان مشروطاً كما علم مما نقله عن البحر. (الدر مع الرد، كتاب البيوع، فصل في القرض، ٤١٣/٧، دار المعرفة)

القرض (هو) لغة ما تعطيه لتتقاضاه وشرعاً ما تعطيه من مثلي لتتقاضاه.

(الدر المختار: كتاب البيوع: فصل في القرض، ٤٠٦/٧، دار المعرفة)

(معارف القرآن: الروم: ٣٩، ٧٥/٦، ادارة المعارف)

(وكذا في روح المعاني: الروم: ٣٩، ٤٥/٢١، ٤٦، دار احياء التراث العربي) فقط

والله تعالى اعلم بالصواب

الجواب صحيح
سميع الله
٦/١/١٤٣١

الجواب صحيح
محمد يوسف افغاني
٦/١/٣١ھ

كتبه:
محمد راشد ڈسکوي
المتخصص في الفقه الإسلامي
بالجامعة الفاروقية بكراتشي
٥/١/٣١ھ

جامعہ فاروقیہ ... دار الافتاء ... شاہ فیصل کالونی نمبر ۴ کراچی (پاکستان)